



حیات و سحر

ضابطہ جملہ حقوق محفوظ

اشاعت اول	1998
کتابت	کمپیوٹر ڈیز
طباعت	میڈیا پلس ملتان
ناشر	کتاب نگر حسن آرکیڈ۔ ملتان چھاؤنی
ہدیہ	100/- روپے



انتساب

اپنے ہمد و ہمقدم
اقبال ارشد کے نام

تجلی

دینی شاعری

حسین سحر

کتاب نگر حسن آرکیڈ ملتان کینٹ

از ازل تا بہ ابد پھیلی ہے
تیری خوشبو ہے کہ نافہ نافہ

کونجنا ہے جو تحر سے تا شام
تیرا ہی اسم ہے گوشہ گوشہ



الہی صلابت تجید ہے تو
خدایا لائق تحمید ہے تو

یگانہ، منفرد، یکتا و تنہا
کہ اصل معنی توحید ہے تو

تری ہی کبریائی کو بقا ہے
کہ دائم زندہ جاوید ہے تو

حمد



تیری ہی دید ہے جلوہ جلوہ
تیرا ہی نور ہے ذرہ ذرہ

تیرا ہی لطف ہے ہر عالم میں
تیرا ہی عدل ہے کوچہ کوچہ

تیرا ہی نقش ہے ہر صورت میں
تیرا ہی عکس ہے چہرہ چہرہ

تیری ہی فکر ہے سب ذہنوں میں
تیرا ہی ذکر ہے سجدہ سجدہ



خدایا فقط تو ہی معبود ہے

سوائے تیرے کون مسجود ہے؟

سزا وار تعریف کوئی نہیں

جہاں میں مگر تو ہی محمود ہے

تو میری سمجھ میں بھلا آئے کیا؟

مرا خانہ ذہن محدود ہے

کہاں تیری عظمت کو میں پا سکوں؟

مری راہ ادراک مسدود ہے

اگرچہ نظر ہم کو آتا نہیں

مگر تو ہر اک سمت موجود ہے

نہیں ہے مثل تیری دو جہاں میں

خود اپنی ذات کی تائید ہے تو

ہے تو ہی لاشریک و لامکانی

سراسر صورتِ تجرید ہے تو

تری ہستی ہے منبعِ روشنی کا

کہ خلاقِ مہ و خورشید ہے تو

ابد کی شام کی تو انتہا ہے

ازل کی صبح کی تمہید ہے تو

ہماری زیست کا پہلا سہارا

ہماری آخری امید ہے تو

روز و شب کی یہ تجلی ہے ترا عکس جمال
جگمگاتے ہوئے یہ شمس و قمر تیرے ہیں

دل دھڑکتے ہیں تیرے نام کی آواز کے ساتھ
شاد و آباد جو سینوں میں ہیں گھر تیرے ہیں

تیری الفت کے سوا ان میں نہیں ہے سودا
تیری درگاہ میں جھکتے ہوئے سر تیرے ہیں

نور و ظلمت تری تخلیق ہیں اے خالق کل
حلقہٴ وقت میں یہ شام و سحر تیرے ہیں



اس آئینے کو روشنی کر عطا
یہ دل کس قدر گرد آلود ہے

ترا جلوہ ہر سمت شام و سحر
فقط حسن تیرا ہی مشہود ہے



شاخ در شاخ مہکتے گل تر تیرے ہیں
چمن دہر میں سب برگ و شجر تیرے ہیں

آسمانوں کی بلندی پہ ہیں رستے تیرے
ظاہروں کو جو اڑاتے ہیں وہ پر تیرے ہیں

تو ہی گرداب اٹھاتا ہے رواں موجوں میں
سیپوں میں جو چھپے ہیں وہ گھر تیرے ہیں

خانہ کعبہ

نہ کیسے ہم کو ہو عرفانِ خانہ کعبہ

خدا کا گھر ہے، یہ ہے شانِ خانہ کعبہ

بڑے ادب سے چلو، سوچ کر قدم رکھو

ہے جبریل بھی دربانِ خانہ کعبہ

حرم کا نور ہے یا روشنی ہے جنت کی

کھلا ہوا ہے گلستانِ خانہ کعبہ

ملا ہے عالمِ انسانیت کو اک مرکز

بشر پہ کیسا ہے احسانِ خانہ کعبہ

بنا ہے آج بھی منشورِ امنِ عالم کا

مرے بنیٰ کا وہ اعلانِ خانہ کعبہ

مرے قدم تو طوافِ حرم میں ہیں مصروف

یہ میری جان ہے قربانِ خانہ کعبہ

ملی ہیں ہم کو دو عالم کی نعمتیں اس سے

وسیع کتنا ہے دامنِ خانہ کعبہ

غلافِ تھام کے مانگیں دعا سحرِ ہم بھی

کرے قبول وہ سلطانِ خانہ کعبہ

نعت



تیری توصیف ہے آیہ آیہ

مدح ہے تیری ہی پارہ پارہ

میں کہ ہوں تشنہ لب و تشنہ نظر
اور رحمت تری دجلہ دجلہ

آ مجھے پھر سے مرتب کر دے
یہ مری جان ہے ریزہ ریزہ

صبحِ نو کی ہو بشارت مجھ کو
مرا ماحول ہے تیرہ تیرہ

سبز گنبد کی ٹھک کرنوں سے
بارشِ نور ہو قطرہ قطرہ

بشر کی ساری عظمت ہے اس سے
یہ جانا ہم نے اپنی آگہی سے

خدا سے ہم نے پایا ہے نبیٰ کو
خدا کو ہم نے پہچانا نبیٰ سے

لوگ کہتے ہیں تو بے سایہ تھا
اور ترا سایہ ہے قریہ قریہ

ماہ و خورشید ستارے، سدرہ
تری معراج ہے زینہ زینہ

میرے ہنٹوں پہ گلِ تر کی طرح
تیرا ہی نام ہے تازہ تازہ

حاصلِ عمرِ رواں میرے لیے
ہے تری یاد کا لمحہ لمحہ

میرے دل کو بھی کھلا دے مولا
ہے تبسمِ ترا غنچہ غنچہ

میں کڑی دھوپ میں ہوں سر تا پا
اور ٹھنڈک تری سایہ سایہ



ہے یہی اک نشاں حضوری کا
اشک ہے ترجمان حضوری کا

آنکھ ہے کہکشاں نظاروں کی
دل ہے اک آساں حضوری کا

میرے چوگرد نور کی بارش
ہے عجب یہ سماں حضوری کا

میری ہر بات سن رہے ہیں وہ
ہو رہا ہے گماں حضوری کا

درد کی لہر دل میں جاری ہے
ہے یہ دریا رواں حضوری کا

چمکتے ہیں ستارے بن کے ذرے
دیارِ مصطفیٰ کی روشنی سے

میسر ہے کہاں باغِ ارم کو
جو خوشبو آئی ہے شہرِ نبیؐ سے

ہمیں محشر کا کوئی ڈر نہیں ہے
کہ ہم منسوب ہیں تیری گلی سے

حضوری کا تو اک لمحہ ہے بہتر
جدائی کی حیاتِ دائمی سے

پہنچا میں سحرِ اس آستاں تک
یہی شکوہ ہے مجھ کو زندگی سے



دیارِ مصطفیٰ کو سجدہ گاہِ قدسیاں کہیئے

مدینے کی درخشندہ زمیں کو آسماں کہیئے

جمالِ گنبدِ خضرا مری آنکھوں کی جنت ہے

سکونِ قلبِ مضطر ہے اسے تسکینِ جاں کہیئے

وہی نکلت وہی طلعت وہی حسنِ آفریں جلوہ

وہ نقشِ پا ہے کیا؟ خلدِ بریں کا اک نشاں کہیئے

انہی کا نور ہے جو ذرے ذرے سے نمایاں ہے

انہی کے نور کو وجہِ ظہورِ دو جہاں کہیئے

یہ قرآنِ میں بھی آپ ہی کا اک قصیدہ ہے

خدائے لم یزل بھی آپ ہی کا مدحِ خواں کہیئے

ان کی یاد آئی اشک بہہ نکلے

چل پڑا کارواں حضوری کا

ان کے نقشِ قدم کو جب دیکھا

کھل گیا گلستاں حضوری کا

کر رہا ہوں میں خود کو بھی محسوس

لطفِ حاصل کہاں حضوری کا؟

ایک اک حرف میں ہے کیفیت

نعت ہے اک بیاں حضوری کا

گنبدِ سبز کا خنک سایہ

کیف ہے بیکراں حضوری کا

دل کی دھڑکن یہ کہہ رہی ہے سحر

ہے یہی آستاں حضوری کا

مقدر میں اگر ہو حاضری اس آستانے کی
تو اشکوں کی زباں سے اپنے دل کی داستاں کہیئے

سحر اہل جہاں کہتے ہیں جس کو نعتِ پیغمبرؐ
محبت کی زباں کہیئے عقیدت کا بیاں کہیئے



امر چھایا ہوا ہے رحمت کا
باغ سارا ہرا ہے رحمت کا

میرے لب چھو گئی ہے بادِ صبا
کیا خنک ذائقہ ہے رحمت کا

چار سو ہے صدائے صلی علی
زمزمہ کو بجھا ہے رحمت کا

ایک اک حرفِ عکسِ سیرت ہے
نعت بھی آئینہ ہے رحمت کا

جب بھی قرآن کی تلاوت کی
اک قصیدہ پڑھا ہے رحمت کا

مصطفیٰؐ فاطمہؑ علیؑ حسنینؑ
ایک ہی سلسلہ ہے رحمت کا

سوئے طیبہ رواں ہیں اہل شوق
کارواں چل رہا ہے رحمت کا

جس کی خوشبو ہے دونوں عالم میں
پھول ایسا کھلا ہے رحمت کا

روشنی جس کی تا ابد ہو گی
وہ دیا جل رہا ہے رحمت کا

زاہدوں کو ہے زہد کا دعویٰ
اور ہمیں آسرا ہے، رحمت کا

آسمان پر سحر کا نظارہ
باب رخشندہ وا ہے رحمت کا



آپ کا عشق جس انسان کی قسمت میں نہیں
قسم اللہ کی مسلمان وہ حقیقت میں نہیں

کیفِ جاں، کیفِ نظر، کیفِ بیاں، کیفِ خیال
کونسا کیف ہے جو آپ کی مدحت میں نہیں

آپ کے در کا سوالی نہیں جاتا خالی
نہیں کہنا تو کبھی آپ کی عادت میں نہیں

مانگنے ہی کا سلیقہ نہیں آتا ہم کو
ورنہ کیا شے ہے جو اس دامنِ رحمت میں نہیں

فقرِ سلمان و ابوذر میں جو تسکیں ہے سحر
بخدا قیصر و جمشید کی دولت میں نہیں



جلوۂ شب جمالِ سحر آپ کا
نام لیتے ہیں شمس و قمر آپ کا

مالِ دنیا کی مجھ کو تمنا نہیں
چاہئے التفاتِ نظر آپ کا

میری آہ و فغاں نذر ہے آپ کی
میرے اشکوں کا اک اک گہر آپ کا

ہے ازل سے جو محبوب ذاتِ خدا
ایسا کوئی خدا آشنا ہے کہاں؟

جانِ کونین و روحِ جہاں کے سوا
محورِ حسنِ ارض و سما ہے کہاں؟

جس سے سیراب اپنے پرائے ہیں سب
آپ سا کوئی بحرِ عطا ہے کہاں؟

نقشِ پائے شہِ دوسرا کے سوا
خلد کا اور کوئی راستہ ہے کہاں؟

جس میں آئے نظرِ عکسِ ربِ علی
ایسا نورِ آفریں آئینہ ہے کہاں؟

آپ کے آستانِ کرم کے سوا
بے کسوں کا کوئی آسرا ہے کہاں؟

میری سانسوں میں خوشبو بسی آپ کی
میری آنکھیں مرا دل ہے گھر آپ کا

آپ کے ذکر سے ہے عبادتِ مری
میرے حرفِ دعا میں اثر آپ کا

سائلوں کو ملے گا جہاں بے طلب
سارے عالم میں ہے ایک در آپ کا

پتھروں کو سحرِ آئینہ کر دیا
یہ صفت آپ کی یہ ہنر آپ کا

☆

مصطفیٰؐ سا کوئی دوسرا ہے کہاں؟
سید و سرورِ انبیاءؑ ہے کہاں؟

زمیں کی خاک نے چومے قدم محمدؐ کے
نصیب ایسا بھلا ہے کہاں ستاروں کا؟

تجلیاتِ نبیؐ تک نگاہ کیا پہنچے؟
حجابِ نور ہے اک درمیاں ستاروں کا

شبِ فراقِ مدینہ ہے روشنی کا سماں
ہے اشکِ اشکِ مرا ہم زباں ستاروں کا

انہی کی چادرِ رحمت کا عکس ہے گویا
ہمارے سر پہ جو ہے سائباں ستاروں کا

بالآ و بوذر و سلمان و میثم و عمار
رہِ وفا میں ہے اک کارواں ستاروں کا

زمیں کے رستوں سے بڑھ کر ہے آشنائے فلک
وہ رشکِ ماہ کہ ہے رازداں ستاروں کا

گنبدِ سبز میری نگاہوں میں ہے
ایسا نظارہ بے بہا ہے کہاں؟

اشک ہی اشک میرا بیاں ہیں سحر
کوئی مجھ سا بھی مدحت سرا ہے کہاں؟



درِ نبیؐ ہے کہ ہے گلستاں ستاروں کا
ہے ذرہ ذرہ یہاں ہم عنان ستاروں کا

دیارِ طیبہ تری خاکِ پاک پر قرباں
زمیں گلوں کی ہو یا آسماں ستاروں کا

وہ رنگدار کہ روشن ہے کہکشاں کی طرح
وہ نقشِ پا ہے کہ ہے اک نشاں ستاروں کا

پتھر کے صنم اس کے تھے معبود ہزاروں
ہے نوع بشر واقف رب آپ کے دم سے

سلمان ہوئے ذبیحہ ابوذر ہوئے ذیشان
ہے جاہِ عجم، شانِ عرب آپ کے دم سے

بے مایہ تھی دست تھے ہم آپ سے پہلے
معمور ہے دامنِ طلب آپ کے دم سے

ہم کو تو خود اپنا کوئی عرفان نہیں تھا
اور اب ہیں شناسائے ادب آپ کے دم سے

☆

سرِ چشمہٴ انوار ہے خوشبو کا خزینہ
شہروں میں کوئی شہر اگر ہے تو مدینہ

ہم ان کے امتی ہیں جو ہیں صاحبِ معراج
ہمارے سامنے کیا ہفت خواں ستاروں کا

حرا کی خلوتِ پُر نور کہہ رہی ہے سحر
کہ اس زمیں پہ بھی ہے اک جہاں ستاروں کا

☆

تنویرِ سحر، نکلتِ شب آپ کے دم سے
ہیں زیست کی یہ رونقیں سب آپ کے دم سے

ہم کو ہے ملا اشرفِ مخلوق کا رتبہ
اپنا تو ہے سب نام و نسب آپ کے دم سے

جو رنج و مصیبت میں گرفتار تھا پہلے
انسان ہوا نغمہ بلب آپ کے دم سے

ہے ختم رسل ذات تری اے شہ بطحا!
تو تاج الہی کا درخشاں ہے گلینہ

ہر سانس ہے تیری دل کونین کی دھڑکن
اسرار الہی کا ہے مخزن ترا سینہ

رخشنده ستاروں سے تری خاکِ قدم ہے
عنبر سے فزوں تیرے بدن کا ہے پسینہ

کیا گنبدِ خضرا کی ہے رفعت کا ٹھکانا
یہ عرش الہی کی تجلی کا ہے زینہ

اعجاز ہے یہ رحمتِ عالم کی نظر کا
کافور ہوئی تیرگیِ نخوت و کینہ

اشکوں سے وضو کر کے لکھوں نعتِ پیمبر
اللہ! عطا ہو مجھے مدحت کا قرینہ

شاید کہ در شہ پہ رسائی کا سبب ہو
یہ آہِ سحرِ میری، مرا سوزِ شبینہ



زر و سیم کی ہے خواہش نہ بہشت کی طلب ہے
مرا مرکزِ تمنا در سیدِ عرب ہے

اسی آس پر ہوں زندہ کہ کبھی تو اک نہ اک دن
مرا ہجر دور ہو گا غمِ دل کا جو سبب ہے

ہے یہ وجہِ فخر و عزت کہ ہے آپ ہی سے نسبت
نہ کوئی حسب ہے میرا نہ کوئی مرا نسب ہے

وہ زمین پر ہے لیکن وہ ہے آسماں کا تارا
وہ بشر کی شکل میں ہے مگر انعکاسِ رب ہے

سرِ خاکِ معرفت تم بہ صد احتیاط چلنا
کہ یہی دیارِ دل ہے یہی قریہٴ ادب ہے

یہ سحر گدا ہے تیرا اے شہنشاہِ زمانہ
فقط اک نظرِ کرم کی کہ یہ کب سے جاں بلب ہے



آپ کی یادوں کا اوڑھا جب سے دوشالہ حضور!
ہے مرے چاروں طرف اک نور کا ہالہ حضور!

آپ چاہیں تو بنے پل میں یہ رشکِ انگبین
زندگی میرے لیے ہے زہر کا پیالہ حضور!

اور کوئی نام میرے دل پہ لکھا ہی نہیں
ہوں ازل سے آپ کا شیدائی ووالہ حضور!

آپ کے اسمِ گرامی میں ستاروں کی چمک
آپ کے ذکرِ حسین میں نکہتِ لالہ حضور!

آپ کی چشمِ توجہ کا ہے کب سے منتظر؟
دل سحر کا ہے جو وقفِ گریہ و نالہ حضور!



آنکھوں میں شب و روز مری خوابِ حرم ہے
سینہ مرا محراب ہے دل بابِ حرم ہے

ہر آن تجلی ہے نئی، ہے نیا جلوہ
دیکھے تو کوئی کیسی تب و تابِ حرم ہے

بارانِ کرم ہے یہاں اک ایک قدم پر
یوں روح کی کھیتی مری سیرابِ حرم ہے

مانگو تو سہی زخمِ دل زار کا مرہم
ہر درد کی ملتی ہے دوا شہرِ نبیٰ میں

ہونٹوں پہ مرے صلیٰ علیٰ صلیٰ علیٰ ہے
یہ ورد ہے بس صبح و مسا شہرِ نبیٰ میں

وہ کیف ہے لفظوں میں بیاں ہو نہیں سکتا
دیکھو تو سہی چل کے ذرا شہرِ نبیٰ میں

یہ ان کی نظر ان کی توجہ کا اثر ہے
مجھ ایسا ہوا نعت سرا شہرِ نبیٰ کا

برسے گی ہر اک سمت سحرِ تشنہ دلوں پر
اٹھی ہے جو رحمت کی گھٹا شہرِ نبیٰ میں

دل سجدے میں جھکتے ہیں جہاں سر سے زیادہ
وہ گلشنِ جنت ہے کہ محرابِ حرم ہے

دربارِ محمدؐ میں دھڑکتا ہے تو کم کم
یہ دل بھی سحرِ واقفِ آدابِ حرم ہے

☆

خوشبو سے معطر ہے فضا شہرِ نبیٰ میں
چلتی ہے محبت کی ہوا شہرِ نبیٰ میں

رکھتی ہے قدم سوچ کے ہر ایک روش پر
آہستہ ادب سے ہے صبا شہرِ نبیٰ میں

گردش میں اگرچہ ہیں ہر اک لمحہ مسلسل
ساکن ہیں مگر ارض و سما شہرِ نبیٰ میں



مرضی خالقِ دو جہاں آپ ہیں
وجہِ تخلیقِ کون و مکان آپ ہیں

سارے عالم پہ ہیں آپ چھائے ہوئے
سارے عالم کی روح و رواں آپ ہیں

جس کے سائے میں ہے ساری انسانیت
خلق کا وہ عظیم آسماں آپ ہیں

جس کی خوشبو ہے کونین میں چارسو
وہ مہکتا ہوا گلستاں آپ ہیں

رحمتِ دو جہاں ہے لقبِ آپ کا
امن اور عافیت کا نشاں آپ ہیں

سردِ حدت نہ کیوں آپ پر ہو عیاں
خلوتِ عرش کے رازداں آپ ہیں

آپ کا قول، قولِ خدا ہے بحر
درِ حقیقتِ خدا کی زباں آپ ہیں



جاگتی آنکھوں سے حاصل یہ سعادت کی ہے
شہرِ سرکار میں دیدِ رخِ جنت کی ہے

دل نے اس طرح بھی اللہ کی عبادت کی ہے
اس کے محبوب کی بے ساختہ مدحت کی ہے

جو بھی آیا ہے وہاں سے مرا دل اس پہ نثار
میں نے ہر زائرِ طیبہ سے محبت کی ہے

ربِ جہاں کی رحمت و رافت کا ہر گھڑی
چشمہ رواں ہے گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں

خوشبو سے جس کی دونوں جہاں عطر بیز ہیں
وہ بوستاں ہے گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں

محشر کی تیز دھوپ میں بخشے گا جو سکوں
وہ سائباں ہے گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں

اک آسماں تو عرش کے سر پر ہے جلوہ گر
اک آسماں ہے گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں

اس آئینے میں ششدر و حیران ہے مکاں
گم سم زماں ہے گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں

لگتا ہے جیسے اب بھی کوئی عاشقِ رسول
محوِ ازاں ہے گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں

سایہٴ گنبدِ خضرا میں درود اور سلام
میری سانسوں نے مسلسل یہ عبادت کی ہے

میرا بھی حق ہے تری خلدِ بریں پر مالک
ترے محبوب سے میں نے بھی محبت کی ہے

میرے آقا نے بلا کر مجھے اپنے در پر
اوجِ افلاک سے اونچی مری قسمت کی ہے

کیوں نہ ہو ناز مجھے اپنی بصارت پہ سحر
میری آنکھوں نے مدینے کی زیارت کی ہے



جنتِ جواں ہے گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں
کیسا سماں ہے گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں

اس کیفیت کو کیسے زبانیں ادا کریں؟
عاجز بیاں ہے گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں

حاصل ہے جس سے روح کو بالیدگی تحر
وہ گلستاں ہے گنبدِ خضرا کی چھاؤں میں



پہلے آنکھوں کو باوضو کیجیے
خود کو پھر ان کے رو برو کیجیے

سانس لے کر ریاضِ جنہ میں
زندگی اپنی مشک بو کیجیے

گنبدِ سبز کی فضاؤں میں
چاک تقدیر کے رفو کیجیے

بارشِ اشکِ غم ہو آنکھوں سے
اس طرح شرحِ آرزو کیجیے

چاہیے گر سراغِ منزل کا
ان کے قدموں کی جستجو کیجیے

روز و شب ہو تلاوتِ قرآن
روز و شب ان کی گفتگو کیجیے

عشقِ سرکارِ روشنی ہے تحر
روشنی عام چارو کیجیے



دنیا کی روشنی ہے نہ عتبی کی روشنی
پیشِ نگاہ صرف ہے بطحا کی روشنی



خوابوں کی تیرگی جو ہٹی میرے سامنے

پھیلا ہوا تھا شہرِ نبیٰ میرے سامنے

سر پر مرے جو گنبدِ خضرا کی چھاؤں ہے

چادر ہے رحمتوں کی تنی میرے سامنے

اٹھنے لگا اک ایک قدم احتیاط سے

آئی ہے جب بھی ان کی گلی میرے سامنے

لگتا ہے زینبِ منبر و محراب آپؐ ہیں

ماضی کی ہے کتاب کھلی میرے سامنے

دیکھا تو آسمانِ دل و جاں پہ چھا گئی

رحمت کی اک گھٹا جو اٹھی میرے سامنے

جس نے مٹائیں دل سے غموں کی سیاہیاں

وہ روشنی ہے گنبدِ خضرا کی روشنی

مجھ کو تلاشِ جلوۂ خلدِ آفریں کی ہے

میں ڈھونڈتا ہوں نقشِ کفِ پا کی روشنی

قرآن وہ نور کا ہے سمندر کہ جس میں ہے

یسیں کی روشنی کہیں طہ کی روشنی

جنت کی روشنی سے ہے خیرہ میری نظر

طیبہ کی روشنی تو ہے طیبہ کی روشنی

یہ کس کی خاکِ پاکی تجلی کے سامنے

بے آب پڑ گئی یہ بیضا کی روشنی

آنکھوں میں کو غبارِ سفر ہے تو کیا سحر

دل میں ہے میرے حرفِ تمنا کی روشنی



جو خداوندِ عالم کا محبوب ہے
نُحْرِ یعقوب ہے رشکِ ایوب ہے

آپ کے عشق میں جو ہے ڈوبا ہوا
دو جہانوں کا مقصود و مطلوب ہے

جس میں شامل درودوں کی ہیں نکہتیں
ایسی آب و ہوا دل کو مرغوب ہے

حسن پر اس کے قربان ہیں جنتیں
ہر طیبہ کا منظر بھی کیا خوب ہے

اس سے بڑھ کر بھلا ہو گا کیا مرتبہ؟
یہ سحرِ آپ کے در سے منسوب ہے



میرا عرفان ہیں آپ اور مرا ایقان ہیں آپ
حق تو یہ ہے کہ مرا حاصلِ ایمان ہیں آپ

ہمیں انسان کے رتبے سے سرفراز کیا
ہم پہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہیں آپ

نوعِ انساں کو غلامی سے نجات آپ نے دی
نوعِ انسان کی آزادی کا اعلان ہیں آپ

آپ سا بندہ ہو جس کا وہ خدا کیا ہو گا؟
ذاتِ معبود کی سب سے بڑی پہچان ہیں آپ

کوئی خطرہ نہیں آلام کی طغیانی کا
ہم گنہگاروں کی کشتی کے نگہبان ہیں آپ

رسائی چاہیے گر بارگاہِ ربِ کعبہ تک
تو دہلیزِ درِ خیر الوریٰ ہی ایک زینہ ہے

یہ ان کا ہے کرم میں بھی سحر ہوں مدح خوانوں میں
وگر نہ نعت کہنے کا کہاں مجھ میں قرینہ ہے



جس کے ہر اک نفسِ زیرِ فرمان ہے
وہ دلوں کی حکومت کا سلطان ہے

آپ ہی کا قصیدہ یہ قرآن ہے
خود خدائے دو عالم ثنا خوان ہے

ہب ختمِ الرسلِ زندگی ہے مری
یہ مرا دیں یہی میرا ایمان ہے

جن و انسان و ملک جن کے ہیں زیرِ فرماں
دو جہانوں کی قلمرو کے وہ سلطان ہیں آپ

درِ جنت پہ سحر دیکھ کے بولا رضواں
آئیے سرورِ عالم کے ثنا خواں ہیں آپ



مری آنکھوں میں مکہ ہے مرے دل میں مدینہ ہے
حرم کے نور کی کرنوں سے روشن میرا سینہ ہے

ذرا کم ہو نہیں سکتا جو ہرگز روزِ محشر تک
مرے دل میں تو عشقِ مصطفیٰ کا وہ خزینہ ہے

جمالِ گنبدِ خضرا کی جگمگ یوں ہے عالم میں
کہ جیسے یہ زمانے کی انگوٹھی کا نگینہ ہے

وہ خدائی کے کیوں نہ ہوں مالک
مالک ذوالجلال ان کا ہے

بامِ عرشِ علیٰ ہے زیرِ قدم
کیسا اوج و کمال ان کا ہے

ہر زمانہ ہے ان کے زیرِ نگین
حلقہ ماہ و سال ان کا ہے

ہے ابد تک جو مشعلِ ہستی
اسوۂ لازوال ان کا ہے

ہر گھڑی ان کے روبرو ہوں سحر
دل میں ہر دم خیال ان کا ہے

دین و دنیا کا سرمایہ عشق آپ کا
آپ کا عشق ہی میری پہچان ہے

چودھویں رات کے چاند کی روشنی
خاک پر ان کے قدموں کی قربان ہے

جیسے تلوار کی دھار پر ہوں رواں
نعت کہنا کہاں اتنا آسان ہے؟

پاس میرے ہے کیا؟ چند نعتیں سحر
آخرت کا یہی ایک سامان ہے



دہر میں ہر کمال ان کا ہے
سارا حسن و جمال ان کا ہے

یہ کس کے نقشِ کفِ پا کی روشنی ہے سحر
کہ جس سے دور ہوئی ہے نظر کی تیرہ شمی

☆

آپ آئے تو اجالا مل گیا
شب زدوں کو اک سویرا مل گیا

بے نوائی ناز کرتی ہے بہت
بے سہاروں کو سہارا مل گیا

جس کے ہاتھوں میں ہے نبضِ کائنات
زندگی کو وہ مسیحا مل گیا

ان کے قدموں کی اگر مل جائے خاک
ہم کو اوجِ دین و دنیا مل گیا

☆

بغیر ذکرِ خدا و بغیر ذکرِ نبی
ہمارا سانس بھی لینا بڑی ہے بے ادبی

ہماری ساری عبادت بجا سہی لیکن
بغیر عشقِ نبی ہے تمام بولہبی

یہ افتخار کہاں اکتساب سے حاصل؟
ثنائے خواجہ کی دولت ہے نعمتِ وہی

جمالِ گنبدِ خضرا نے کر دیا سیراب
مٹی ہے کشتِ دل مضطرب کی تشنہ لبی

حضورِ شاہ میں اشکوں نے کر دیا اظہار
وگر نہ رہتی تمنائے دل دبی کی دبی

سامنے ہو روضہ اقدس کا نور
آنکھ کو یہ ایک جلوہ چاہئے

چاہئے گر باغ جنگ کا سکوں
گنبد خضرا کا سایہ چاہئے

زندگی کے سارے زخموں کے لیے
بس ہوائے شہر طیبہ چاہئے

ظلمتوں میں ہم بھٹک سکتے نہیں
آپ کا پر نور اُسوہ چاہئے

نعت کہتا ہوں سحر سرکار کی
اپنی بخشش کا ذریعہ چاہئے

آگیا اشک ندامت آنکھ میں
مغفرت کا ایک دریا مل گیا

حشر کے دن امتی بخشے گئے
چشمِ رحمت کا اشارا مل گیا

قابلِ رشک ان کی قسمت ہے سحر
جن کو قربِ شاہِ بطحا مل گیا



روشنی کا اک منارہ چاہئے
ان کی خاکِ پا کا ذرہ چاہئے

فکر میں رفعت ہو جذبوں میں خلوص
نعت کہنے کا سلیقہ چاہئے

دردِ مہجوریِ حضوری کا سرور
نعت بھی ہے عشق کی اک واردات

حسن کی دنیائے فانی میں سحر
صرف عشقِ شاہِ دیں کو ہے ثبات



غارِ حرا

نظر کے سامنے ہے آب و تابِ غارِ حرا
زمانے بھر میں نہیں ہے جوابِ غارِ حرا

مہک ہے جس کی دو عالم کے لالہ زاروں میں
ہوا شگفتہ اک ایسا گلابِ غارِ حرا



آپؐ ہی کی ذات اقدس ہے وہ ذات
بندگی میں بھی ہے جو مولا صفات

دسترس میں جن کی ہیں مہر و نجوم
آپؐ ہیں ایسے رسول کائنات

آپؐ کیا آئے اجالا ہو گیا
اہل دل کو مل گئی شب سے نجات

آپؐ کی چشمِ توجہ کے طفیل
گر گئے اوہام کے لات و منات

آپؐ کے نقشِ قدم کی روشنی
ڈھونڈتی ہے رات دن شمعِ حیات

فاران

میرے لب پر آیا ہے جو تذکرہ فاران کا
ذہن پر طاری ہوا پھر دہدہ فاران کا

ثبت ہیں اس پر نشان پائے عظمت آپ کے
اہل دل ہی جانتے ہیں مرتبہ فاران کا

کفر و باطل کی سیاہی کو مٹانے کے لیے
جگمگاتا ہے جہاں میں آئینہ فاران کا

قافلے کتنے چلے اور راستے میں رک گئے
آج بھی جاری ہے لیکن قافلہ فاران کا

اہل حق لے کر چلے جو امنِ عالم کے لیے
چل رہا ہے آج بھی وہ سلسلہ فاران کا

ہمیشہ کے لیے کافور ہو گئی ظلمت
ہوا ہے جلوہ نگن ماہتابِ غارِ حرا

تمیز بندہ و آقا مٹانے کی خاطر
جہاں میں پھیل گیا انقلابِ غارِ حرا

مرے حضور کے سانسوں کا لمس ہے اس میں
اسی لیے تو ہوا انتخابِ غارِ حرا

مرے حضور کے قدموں کا نقش ہے اس میں
چمک رہا ہے جہی آفتابِ غارِ حرا

فرازِ عرش سے نازل ہوا جہاں کے لیے
نصابِ زیست کہ ام الکتابِ غارِ حرا

ہے ضرورت اب بھی باطل سے نمٹنے کے لیے
ہو دلوں میں پھر سے پیدا ولولہ فاران کا



گنبدِ خضرا

جو دیکھا امیر گہر بارِ گنبدِ خضرا
دل و نظر ہوئے سرشارِ گنبدِ خضرا

کشاں کشاں لیے جاتا ہے دل سوئے منزل
دکھائے دیتے ہیں آثارِ گنبدِ خضرا

جمالِ جنتِ اعلیٰ بھی رشک کرتا ہے
ہے ایسا حسنِ طرحدارِ گنبدِ خضرا

بہارِ حسنِ دو عالم کا عکس ہے گویا
مہک رہا ہے چمن زارِ گنبدِ خضرا

سحابِ رحمتِ عالم کا فیض ہے جاری
برس رہے ہیں جو انوارِ گنبدِ خضرا



مسجدِ طیبہ

مرے ہونٹوں پہ آیا ہے جو نامِ مسجدِ طیبہ
جھکا دل جود بخود از احترامِ مسجدِ طیبہ

اسے ہے خاص نسبتِ آستانِ سرورِ دیں سے
دل اہل نظر میں ہے مقامِ مسجدِ طیبہ

منقبت

قرآن و اہل بیت

قرآن وہ کتاب ہے جو ہے کلام حق
انسانیت کے واسطے یہ ہے پیام حق
ہے تشنگان نور کی خاطر یہ جام حق
بھٹکے ہوؤں کے واسطے یہ ہے نظام حق

کافور اس سے ظلمتِ لات و منات ہے
یہ روشنی شعورِ حیات و ممات ہے

نوع بشر کا مرکز و محور ہیں اہل بیت
ایمان کا آسمانِ منور ہیں اہل بیت
اسلام کا لباسِ معطر ہیں اہل بیت
اور سب سے بڑھ کے آلِ پیبر ہیں اہل بیت

ریاضِ خلد کی خوشبو در و دیوار سے آئی
جو دیکھے منبر و محراب و بامِ مسجد طیبہ

فقط انسان ہی شامل نہیں ہیں سجدہ ریزی میں
ملک بھی ہیں شریکِ ازدحامِ مسجد طیبہ

مناروں کی تجلی کو نظر میں جذب کرنے دو
مری آنکھیں ہیں کب سے تشنگامِ مسجد طیبہ

سحر اس کو جہاں میں عام کرنے کی ضرور ہے
پیامِ آدمیت ہے پیامِ مسجد طیبہ

صامت اگر کتاب ہے ناطق ہیں اہل بیت
سچ تو یہ ہے کہ مرضی خالق ہیں اہل بیت

اترا کلام نور جو قلب رسول پر
چھایا وہ کائنات کے سب عرض و طول پر
سایہ فگن ہے دیں کے فروع و اصول پر
یعنی حسنِ حسین و علی و بتول پر

آیات گر رسول کی آنکھوں کا نور ہیں
تو اہل بیت آپ کے دل کا سرور ہیں

آیات بینات ہیں قرآن و اہل بیت
روح و روان ذات ہیں قرآن و اہل بیت
سرچشمہ حیات ہیں قرآن و اہل بیت
مقصود کائنات ہیں قرآن و اہل بیت

ہیں اہل بیت نور کا دھارا لیے ہوئے
ہر کوئی معرفت کا ستارا لیے ہوئے

قرآن اگر ہے نور تو عترت بھی ایک نور
قرآن اگر شعور ہے عترت بھی ہے شعور
قرآن و آل دونوں میں خالق کا ہے ظہور
دونوں کبھی رہے نہیں اک دوسرے سے دور

دونوں کی ہے گرفت رہ صبح و شام پر
دونوں ہیں رہنمائے بشر ہر مقام پر

قرآن اگر ہے علم، عمل اہل بیت ہیں
قرآن ہے سوال تو حل اہل بیت ہیں
نورِ ابد ہیں نورِ ازل اہل بیت ہیں
جن کا نہیں ہے کوئی بدل اہل بیت ہیں

خندق و بدر و اُحد کا شہسوار
فتح و نصرت کا سرو ساماں علی

کہہ رہی ہے یہ سلونی کی صدا
علم کا ہے بحر بے پایاں علی

واقفِ اسرارِ روح کائنات
نظمِ خشک و تر کی جانِ جاں علی

حُسن اس کی ذات کا ہے ایک باب
داستانِ عشق کا عنوان علی

تاجدارِ اہل اتقی ہے اس کا نام
صبر و استقلال کا سلطان علی

بائے بسم اللہ ہے اس کا مقام
سر بسر ہے پیکرِ قرآن علی

ہر اہل دل نے راہ یہ پائی حیات کی
قرآن و اہل بیت ہیں کشتی نجات کی

ایمان و اہل بیت ہیں اک دوسرے کے ساتھ
ایقان و اہل بیت ہیں ایک دوسرے کے ساتھ
عرفان و اہل بیت ہیں ایک دوسرے کے ساتھ
قرآن و اہل بیت ہیں ایک دوسرے کے ساتھ

اک اک قدم پہ دونوں برابر ہیں ساتھ ساتھ
حد تو یہ ہے کہ نوکِ سناں پر ہیں ساتھ ساتھ



شیرِ حق ہے قوتِ یزداں علی
لافتی الا شہِ مرداں علی



کھلتے ہیں ہونٹ میرے جب مدحتِ علی میں
 جھوم اٹھے ہیں دل و جاں ایماں کی سرخوشی میں
 فکر و شعور اس کے در کے غلام ٹھہرے
 جو ذاتِ منتہی ہے عرفان و آگہی میں
 شاہوں کو بھی میسر ہو گی نہ ایسی دولت
 جو کیفِ ہم نے پایا اندازِ قنبری میں
 انسان ہی نہیں ہیں حلقہٴ بگوش اس کے
 جن اور ملائکہ بھی آتے ہیں حاضری میں
 ذرے سحرِ نجف کے ہیں آسماں کے تارے
 ڈوبے ہوئے سراسر ہیں نورِ سرمدی میں

منظرِ حسنِ عجائب اس کی ذات
 اور ہے سرِ چشمہٴ عرفاں علی

شان ہے اس کی امامت کا جلال
 اور ایسی شان کے شایاں علی

منبعِ ایتقان اس کی شخصیت
 ہے سرا سرِ مصدرِ ایماں علی

دیکھئے تو ہے محمدؐ کا غلام
 سوچئے تو رشکِ انس و جاں علی

ذکرِ جس کا ہے عبادت کی طرح
 سارے عالم میں ہے وہ انساں علی

مشکلوں میں ہے وہی مشکل کشا
 ہے سحر کے درد کا درماں علی



میخانہ توحید کی بنیاد علی ہے
سرچشمہ حق منبع ارشاد علی ہے

جس ذات سے روشن ہے گلستانِ امامت
وہ نثرِ ہدیٰ نازش زہاد علی ہے

دیتا ہے پلٹتا ہوا سورج یہ گواہی
ہر گردشِ افلاک سے آزاد علی ہے

کونین کی دھڑکن ہے اسی نام سے جاری
حق یہ ہے دلِ عالمِ ایجاد علی ہے

کیا اس کے بھلا علم کی وسعت کا بیاں ہو
حد یہ ہے کہ جبریل کا استاد علی ہے

ہے شام و سحر لب پہ مرے نام اسی کا
یوں دل کے نہاں خانے میں آباد علی ہے



جراتوں کا جگمگاتا آسمان عباس ہے
حوصلوں کا مسکراتا گلستانِ عباس ہے

جس کی اک اک موج میں پنہاں ہے طوفانِ بلا
ہمتوں کا ایسا بحرِ بیکراں عباس ہے

ناز ہے جس کی شجاعت پر شہِ شہیر کو
خاندانِ ہاشمی کا وہ جواں عباس ہے

جس میں ہے ایثار و خودداری رضا بھی صبر بھی
فکرِ شبیری کا ایسا ترجمان عباس ہے

جنت البقیع

خوشا نصیب میں ہوں مدح خوانِ جنت البقیع
مری زباں پہ آیا ہے بیانِ جنت البقیع

صحابہ کرامؓ بھی ائمہ عظام بھی
میں محو خواب آج بھی میانِ جنت البقیع

کئی ستارے اس زمیں پہ سو رہے ہیں اس طرح
کہ آسمان سے بڑھ گئی ہے شانِ جنت البقیع

دھڑک رہی ہیں کتنی تربتیں عظیم خاک میں
مزارِ فاطمہؑ مگر ہے جانِ جنت البقیع

جو سیم و زر سے قیمتی تھے لوگ اس میں دفن ہیں
چھپا ہوا ہے گنج بیکرانِ جنت البقیع

کس میں ہمت آنکھ اٹھائے آلِ اطہر کی طرف؟
آلِ اطہر کے لیے اک سائباںِ عباس ہے

کس کی جرات خیمہ سادات کی جانب بڑھے؟
دشمنوں کے علم میں ہے درمیاںِ عباس ہے

کہہ رہا ہے چار سو یہ آج بھی اڑتا علم
اب بھی دنیا میں وفا کا اک نشاںِ عباس ہے

اب بھی اک دنیا پئے تعظیم جھکتی ہے سحر
اب بھی تسلیم و رضا کا آستاںِ عباس ہے



ہمارا دل ہے تصدق ترے تقدس پر
ہماری جان بھی تجھ پر نثار ہے آجا

ولی عصر ہے تو حجت خدا ہے تو
امامتوں کا تو اک شاہکار ہے آجا

تری ہی ذات مسیحا ہے، تیرے ہاتھوں میں
علاج گردش لیل و نہار ہے آجا

تری نگاہ حقیقت شعار کے آگے
ہمارا حال زبوں آشکار ہے آجا

ترا وجود ہے سرمایہ گل و لالہ
یہ زیست اپنے لیے خارزار ہے آجا

ترا ظہور ہماری اداسیوں کا حل
خزاں کے واسطے تو اک بہار ہے آجا

صدائے خامشی میں عبرتوں کی داستان کو
سنا رہی ہے آج بھی زبانِ جنت البقیع



قصیدہ امام زمانہؑ

نظر نگار ہے دل بیقرار ہے آجا
نہ جانے کب سے ترا انتظار ہے آجا

ترے فراق میں ہر دل تڑپتا رہتا ہے
ہر ایک چشمِ وفا اشکبار ہے آجا

تمام دستِ طلب پیش رب ہیں محو دعا
تمام ہونٹوں پہ بس اک پکار ہے آجا

وجد میں آیا ہے افلاک کا اک اک تارہ
دف بجاتا ہے کوئی گیت کوئی گاتا ہے

رقص میں آیا ہے ہر شاخ کا اک اک غنچہ
مسکراتا ہے کوئی جھوم کے ثرمانا ہے

اس کا یہ جشنِ عروسی ہے کہ جس کی خاطر
خالق کل نے جہاں خلق یہ فرمایا ہے

حور و غلمان و ملک جن و بشر اس کے غلام
کل خلاق کا حقیقت میں وہی آقا ہے

ابو طالب کا ہے ممدوح خدا کا محبوب
صادق الوعد و امیں جس نے لقب پایا ہے

وہ خدیجہ کا ہے مقصود شرافت پیکر
میسرہ نے جسے دیکھا تو پکار اٹھا ہے

حجابِ وقت سے مثلِ مہِ تمام نکل
سیاہ بخت بہت روزگار ہے آجا

جہاں پہ ظلم و ستم کی گھٹائیں چھائی ہیں
تو آفتابِ سحر آشکار ہے آجا

☆

عروسیہ ☆ سرکارِ دو عالم

آج بطحا میں عجب جشنِ طرب برپا ہے
ہر طرف رنگ چمکتے ہیں سماں مہکا ہے

☆ ایک نئی صدفِ سخن جس میں محمد و آلِ محمد کے جشنِ عروسی کا بیان ہوتا ہے۔



عروسیہ مولائے کائنات

گلزارِ سرمدی کی فضا ہی نئی ہے آج
ہر پھول ہر کھلی پہ عجب تازگی ہے آج

طیبہ کی خاکِ پاک ستاروں سے بھر گئی
ذروں پہ اس کے اک نئی رخسندگی ہے آج

خوشبوئے معرفت میں بسی ہے گلی گلی
مہکا ہوا بہار سے شہرِ نبیؐ ہے آج

ہیں بام و در جمال سے معمور سرسبز
عمرآں کے قصرِ نور میں وہ روشنی ہے آج

ایسا مہتاب کہ سورج بھی کرے رشک اس پر
ایسا اک پھول بہشتوں کا جو سرمایہ ہے

اے ہے سایہ فگن اس کے سرِ انوار پر
جسم کے چاروں طرف نور کا اک ہالہ ہے

ایسے دولہا کے جلو میں ہیں نبی اور ولی
وہ براتی ہیں کہ انوار کا اک جلوہ ہے

ابنِ عبداللہؐ بھتیجا ہے ابوطالبؐ کا
ساری دنیا کے جوانوں میں یہی رعنا ہے

گر خدیجہؓ ہے دلہن سارے عرب کی ملکہ
سارے عالم کا شہنشاہ یہی دولہا ہے

دو ستاروں کا یہ اک عقد مثالی ہے تحر
نور ہی نور ہے جو چار طرف پھیلا ہے

عروسیہ امام حسین

مدینے میں یہ کیا خوشیاں بپا ہیں؟
کہ سب دیوار و در پُراز ضیا ہیں

حسین کا آج ہے حشن عروسی
بہت شاداں علی مشکل کشا ہیں

جبیں پر ان کی وہ سہرا ہے نوری
کہ کرنیں جس کی صد رشکِ سماء ہیں

ہے اس سہرے کا ہر گل جانِ رحمت
کہ جس کی پتیاں روحِ صباء ہیں

قبائے سبز کی وہ جگمگاٹ
زمرد کی لویں جس پر فدا ہیں

نازاں ہے شہرِ علم بھی بابِ العلوم پر
اس کی تجلیوں میں نئی زندگی ہے آج

اہلِ زمیں تو جھوم رہے ہیں خوشی کے ساتھ
اہلِ فلک کے دل کی کلی بھی کھلی ہے آج

عقیدِ علی و فاطمہ سعدین کا قرآن
یہ ساعتِ سعید بھی خود جھومتی ہے آج

اک چندے آفتاب ہے اک چندے ماہتاب
اک دوسرے کے عکس میں کیا دلکشی ہے آج

دیوارِ کعبہ مرکزِ انوار ہے سحر
اور چہرہٴ نبیؐ پہ عجب سرخوشی ہے آج

سلام



عجب جہاں میں یہ جاہ حشم حسین کا ہے
کہ اڑ رہا ہے جو ہر سو علم حسین کا ہے

فلک پہ آج بھی ہے سر بلند و سر افراز
زمین دشت پہ کو سر قلم حسین کا ہے

ہر ایک موج جو اٹھتی ہے سر کو کمرائے
تو ذکر آج بھی یہ یم بہ یم حسین کا ہے

فضائے جبر کی پھیلی ہوئی سیاہی میں
چمک رہا ہے جو نقش قدم حسین کا ہے

خوشی سے رقص فرماتی ہیں حوریں
فضائے خلد میں نغمہ سرا ہیں

مبارک ہو حسن کا جشن شادی
یہ گھڑیاں وقت کی رنگیں صدا ہیں





موت کو ہے زندگی کہنا ہے ہنر شیئر کا
 مختلف ہے کتنا اندازِ نظر شیئر کا
 عرشِ اعظم کے کنارے چھو رہے ہیں دونوں لب
 اللہ اللہ کس بلندی پر ہے سر شیئر کا
 صبح و شام آنکھوں سے برساتا ہے خونتابِ شفق
 آسمان سب سے بڑا ہے نوحہ گر شیئر کا
 جبر و استبداد کی طغیانیوں کے سامنے
 ہاتھ ہے تلوار سینہ ہے سپر شیئر کا
 جس جگہ جھکتی ہے اہل دل کی پیشانی سحر
 پوری دنیا میں ہے ایسا ایک در شیئر کا

زمانے بھر کی خوشی عارضی ہوئی ثابت
 دوام ہے جسے حاصل وہ غم حسین کا ہے
 فلک کی آنکھ نے دیکھا نہیں جسے اب تک
 وہ دودمانِ نبیؐ ہے حرمِ حسین کا ہے
 یزیدیت کے مقابل جو آئے یوں ڈٹ کر
 بھرے جہاں میں فقط ایک دم حسین کا ہے
 جہاں ہو کوئی صداقت کا قافلہ جاری
 تو جانے کہ یہ لشکرِ بہم حسین کا ہے
 سحرِ زباں ہے مری وقفِ مدحِ آلِ نبیؐ
 یہ سارا فیض یہ سارا کرم حسین کا ہے



زندگی پیاسوں کی سایہ دھوپ کا

کربلا ہے ایک صحرا دھوپ کا

جل رہے ہیں پھول سے نازک بدن

ہے سوا نیزے پہ شعلہ دھوپ کا

کس کے ہاتھوں پر حنا ہے خون کی

کس کے ماتھے پر ہے سہرا دھوپ کا

تیر اک گردن میں یوں پیوست ہے

جیسے کملا یا ہو غنچہ دھوپ کا

شاہ کو اپنے لہو میں ڈوب کر

پار کرنا ہے یہ دریا دھوپ کا

قیدیوں کو سر برہنہ دیکھ کر

جل اٹھا ہے سارا خیمہ دھوپ کا

ایک سر نیزے پہ آتے ہی سحر

جگمگا اٹھا ہے چہرہ دھوپ ہے



کس کاروان غم کا گزر کربلا میں ہے

ایک ایک آنکھ اشک میں تر کربلا میں ہے

جور و ستم کے لشکرِ ظلمت کے سامنے

تنہا یہ کون سینہ سپر کربلا میں ہے

عون و محمد و علی اصغر کو دیکھئے

ایک ایک چاند خاک بسر کربلا میں ہے

کس نے اپنے خون کی تحریر سے
روشنائی سی بہائی ریت پر؟

کس نے یہ جور و جفا کے سامنے
داستان صبر لکھی ریت پر؟

ریشم سے تکتے ہیں اہل عرش بھی
کس نے یہ محفل سجائی ریت پر؟

ظلمتوں کا اب ٹھکانہ ہی نہیں
روشنی وہ ہے چمکتی ریت پر

کہکشاں کا شائبہ ہونے لگا
دشتِ شامِ کربلا کی ریت پر

بن گیا ہے حریت کا اک نشان
آخری سجدہ وہ تپتی ریت پر

پھیلا ہے جس سے حق کا اجالا جہان میں
وہ نورِ سرمدی کا شجرِ کربلا میں ہے

وہ دولتِ سکونِ ابد غم کہیں جسے
ملتی نہیں کہیں بھی مگر کربلا میں ہے

مشکل جہاں کبھی کوئی مشکل نہیں رہی
کونین میں وہ ایک ہی در کربلا میں ہے

جا تو رہا ہوں غلہ کی جانب مگر سحر
میرا خیال میری نظر کربلا میں ہے

☆

موت کی کیا کچھ ہے ہستی ریت پر
سوچتی ہے زندگانی ریت پر

پیاس کی ایسی تھی شدت کہ سلگتے تھے بدن
تشہ کاموں کا گلا تھا کہ تھا جلتا سورج

یوں لٹاتے نہ اگر اپنے مہ و مہر حسین
صبح ہوتی نہ کبھی دن کو نکلتا سورج

جب سر شاہِ جنان نوکِ سناں پر ابھرا
وہ قیامت تھی سوا نیزے پہ آیا سورج

روشنی ایک لہو کی بھی ہوا کرتی ہے
صبحِ غربت کی شفق اوڑھ کے نکلا سورج

حشر تک نور بکھیرے گا یونہی دنیا میں
خونِ اصغر ہے چمکتا ہوا ننھا سورج

جل رہا ہے کوئی شعلہ سرِ صحرائے خیال
نظر آیا ہے سحرِ کرب و بلا کا سورج

پیاس ہے دریا کنارے خیمہ زن
اور لہو بہتا ہے پیاسی ریت پر

اے سحرِ مہکی رہے گی حشر تک
شہ نے جو کیاری اگائی ریت پر

☆

صبحِ عاشور جو افلاک پہ ابھرا سورج
ایک اک ذرہ بنا دشتِ بلا کا سورج

آئے عباؑ تو موجوں کی نگہ خیرہ تھی
یوں نظر آیا کہ اترا لبِ دریا سورج

تیغِ انوار لیے شب کے مقابل آیا
سینکڑوں سایوں کے زرخے میں وہ تنہا سورج

ایک دیا سا جھلملاتا ہے ہوا کے سامنے
ایک تنہا شخص ہے اور دشمنوں کے درمیاں

موت کا میدان جس کی منزل مقصود ہے
ایک ایسا قافلہ ہے قافلوں کے درمیاں

فی سبیل اللہ مینائے اجل کا ذائقہ
سب سے شیریں ذائقہ ہے ذائقوں کے درمیاں

ظلمتوں کے خوف سے معمور محشر خیز شب
اک شب عاشور ہے ساری شبوں کے درمیاں

آج تک لہرا رہا ہے ایک ہی انداز سے
پرچم عباؑ سارے پرچموں کے درمیاں

فرش کیا برپا رہے گی عرش پر بھی حشر تک
مجلس شبیر ساری مجلسوں کے درمیاں



یوں شہ کرب و بلا ہیں ساتھیوں کے درمیاں
جیسے ہو قرآن اپنے قاریوں کے درمیاں

ایک اک چہرے پہ ہے رنگِ حسینؑ ابن علی
عکس تنہا ہے بہتر آئینوں کے درمیاں

ہے فروزاں شمعِ حق اور گرد پروانے کئی
مہرِ عالم تاب ہے سیارچوں کے درمیاں

رشتک کرتے ہیں سمندر پیاس جس کی دیکھ کر
ایک ایسا شخص ہے تشنہ لبوں کے درمیاں

جس طرح خوشبو بکھیرے غنچہٴ نورس کوئی
ایک ننھا سر دمکتا ہے سروں کے درمیاں

تیجی ریت پہ جیسے سورج اترتا ہو
اک اک ذرہ بن کر شعلہ جلتا ہے

ٹھانٹھیں مارتا ہے جس دریا کا پانی
اس دریا کا خشک کنارہ جلتا ہے

جس خیمے نے دنیا کو سایہ بخشا
صدا افسوس کہ آج وہ خیمہ جلتا ہے

وہ بھی دن تھے سر پر ابر کا سایہ تھا
یہ بھی دن ہیں اپنا سایہ جلتا ہے

دشتِ بلا کی رحل ہوئی ریزہ ریزہ
اور قرآں کا اک اک پارہ جلتا ہے

شامِ سفر کے تیز بھڑکتے شعلوں میں
اصغر کا خالی گہوارہ جلتا ہے

سب غموں سے دائمی ہے ایک غمِ شبیر کا
ایک ہی موسم ہے سارے موسموں کے درمیاں

کونجنا ہے آج بھی اعلانِ شاہِ کربلا
ظلم ہے خود زندہ رہنا ظالموں کے درمیاں

ماہِ کامل ہے کہ ہے نقشِ کفِ پائے حسین
جگمگاتا ہے سحر جو ظلمتوں کے درمیاں



آتشِ غم میں ایک زمانہ جلتا ہے
وقت سلگتا ہے ہر لمحہ جلتا ہے

دھواں دھواں سی باغِ رسالت کی ہے فضا
شاخِ علی کا اک اک غنچہ جلتا ہے



ہر زباں پر آج بھی ہے تذکرہ شبیر کا
آج بھی جاری ہے جیسے قافلہ شبیر کا

منزلوں میں منفرد ہے منزل کرب و بلا
سارے رستوں سے الگ ہے راستہ شبیر کا

زندگی کو سب سمجھتے ہیں ہر اک شے سے عزیز
موت کو چننا عجب ہے فیصلہ شبیر کا

آندھیوں کے سامنے جلتا رہا تنہا دیا
عزم یہ شبیر کا ہے حوصلہ شبیر کا

اصغر و قاسم محمد، اکبر و عباس و عون
اک سے اک بڑھ کر ہے رخشاں آئینہ شبیر کا

یوں بھی تلاوت ہوتی ہیں آیاتِ خدا
نیزے پر سورج کا لہجہ جلتا ہے

محرابِ تاریخ میں مشعل کی صورت
کرب و بلا کا اک اک چہرہ جلتا ہے

بن کے چراغِ ایوانِ دہر کی ظلمت میں
خونِ شہیداں کا ہر قطرہ جلتا ہے

صدیاں گزریں برسی ظلم کی آگ جہاں
آج تک وہ دشت وہ قریہ جلتا ہے

آتی ہے جب کرب و بلا کی یاد سحر
آنکھ لہو روتی ہے سینہ جلتا ہے

فرش والے ہی نہیں شاہ کے غم میں گریاں
اہل افلاک کا بھی جاہ و حشم روتا ہے

سوگ میں کس کے سیہ پوش ہوا ہے کعبہ؟
رب عالم کی جلالت کی قسم روتا ہے

کس میں ہمت ہے رقم قصہ شیر کرے؟
ہچکیاں لیتا ہے قرطاس قلم روتا ہے

خشک مشکیزے کی آنکھوں میں ہیں آنسو جاری
یاد کر کے تجھے عباؑ! علم روتا ہے

یاد آتے ہی ستم پاؤں کے چھالے پھوٹے
سوئے کر بل مرا اک ایک قدم روتا ہے

دل دھڑکتا ہے کوئی جس کے سحر سینے میں
غم سروژ میں وہ بادیدہ نم روتا ہے

کون دیکھے چہرہ اقدس سر نوک سناں
اس قدر چھایا ہے رعب و دبدبہ شیر کا

ہیں کتاب پاک کا متن جلی آیات حق
خون سے لکھا گیا ہے حاشیہ شیر کا

حق کی خاطر جان دینے کا چلن باقی نہیں
اب کہاں پیدا دلوں میں ولولہ شیر کا

واقعہ یہ ہے سحر تاریخ کے اوراق کو
کر گیا رنگیں لہو سے سانحہ شیر کا



یاد کر کے ترا ہر رنج و الم روتا ہے
شہر ہستی ہی نہیں ملک عدم روتا ہے

اس ذکر میں دل کیا ہے سحر؟ میرا قلم بھی
آلام و غم و درد کی تجسیم ہوا ہے



آنکھیں پر غم ہیں ہر سینہ زخمی ہے
شاہ کے غم میں اک اک چہرہ زخمی ہے

کس پیاسے نے دیکھا ہے خودداری سے
موجوں کا اک اک آئینہ زخمی ہے

کس کے بازو قلم ہوئے ہیں شانوں سے
بہتے خوں سے نہر کنارہ زخمی ہے

مہر قیامت یوں برساتا ہے شعلے
باغ حرم کا اک اک غنچہ زخمی ہے



اک تیغِ ستم خیز سے دو نیم ہوا ہے
قاسم تھا جو خود کلڑوں میں تقسیم ہوا ہے

ایماں ہے فقط آلِ پیہر سے مودت
یہ قولِ پیہر ہمیں تعلیم ہوا ہے

کردارِ حسدیں ابنِ علی ہے جو ابد تک
انساں کے لیے باعثِ تکریم ہوا ہے

صدقہ ہے یہ مظلومی اربابِ وفا کا
مظلوم کا حق دہر میں تسلیم ہوا ہے

پیاسوں کی محبت میں تڑپتا ہوا ہر دل
حقدارِ مئے کوثر و تسنیم ہوا ہے

ہے قرآن بلند فلک کے نیزے پر
رحل زمیں پر اک اک پارہ زخمی ہے

خشک گلے میں کانٹے سے اک آئے ہیں
لب فرات جو اک مشکیزہ زخمی ہے

جب سے پھول میں تیر ستم پیوست ہوا
اصغر کا خالی گہوارہ زخمی ہے

نیل طمانچوں کے دل پر محسوس ہوئے
جب یہ دیکھا کوشِ سکینہ زخمی ہے

رنگِ حنا دہن کا خوں میں ڈوب گیا
جب دیکھا میدان میں نوشہ زخمی ہے

تلواروں نیزوں کی زد میں ہے ہر سو
دشت میں یوں سادات کا خیمہ زخمی ہے

صدیاں گزریں لیکن لگتا ہے ایسے
آج بھی کربل کا ہر ذرہ زخمی ہے

ان کے غم میں میری صدا ہے نم آلود
میرے سخن کا اک اک لہجہ زخمی ہے

ان کا نام سحر ہے ڈھارس ہر دل کی
جن کے ذکر کا ہر پیرایہ زخمی ہے



کون کہتا ہے فقط اک داستاں ہے کربلا
ظلمتوں میں روشنی کا اک نشاں ہے کربلا

حق و باطل میں ہے جو تفریق مٹ سکتی نہیں
حق و باطل کے لیے یوں درمیاں ہے کربلا

ہے ازل کے روز سے یہ معرکہ جاری سحر
ہے جہاں پر ظلم کی شدت وہاں ہے کربلا



لہجہ علی کا کونجا ہے کوئی مقام ہو
کونے کا ازدحام کہ دربارِ شام ہو

اک قافلہ رواں ہے مدینے سے کربلا
سالارِ کارواں کو ہمارا سلام ہو

ہنس کر گلے اجل کو لگاتے ہیں یوں شہید
جیسے کہ انگلیں سے بھی شیریں یہ جام ہو

مکھومیت کی تیرہ شمی میں حسینیت
اک روشنی ہے ایسی جو ہر سمت عام ہو

جس کے کرداروں پہ اب تک ناز ہے تاریخ کو
حق پرستوں کا اک ایسا کارواں ہے کربلا

سوچئے تو انقلاباتِ جہاں کی روح ہے
دیکھئے تو درد سے پر اک بیاں ہے کربلا

موت کا دستِ ستگر اس کو چھو سکتا نہیں
عالمِ فانی میں نقشِ جاوداں ہے کربلا

جس میں روشن ہیں بہتر چاند تارے ساتھ ساتھ
اس زمیں پر ایک ایسا آسماں ہے کربلا

ابتداء بھی درد ہے اور انتہا بھی درد ہے
آہ سوزاں ہے اک اشکِ خونچکاں ہے کربلا

آج بھی جس سے ہے لرزہ جبر کے ایوان پر
عرصہ ہستی میں اک ایسی ازاں ہے کربلا

مولا میں کچھ بھی اس کے سوا چاہتا نہیں
محشر میں زیرِ سایہ داماں غلام ہو

یارب مرے سخن کو عطا ہو قبولیت
میرے ہر ایک حرف کو حاصل دوام ہو

اب تک حسین سجده کے عالم میں ہے تحر
سجدے سے سر اٹھائے تو سجدہ تمام ہو



جو حرف حق سر میدان کہہ نہیں سکتا
وہ کاروانِ حسینی میں رہ نہیں سکتا

چنا ہے اپنے لیے سب سے منفرد رستہ
حسینی وقت کے دھارے میں بہہ نہیں سکتا

جوابِ ظلم میں وہ پھول مسکرا اٹھا
زبان سے تو کوئی لفظ کہہ نہیں سکتا

فقط حسین میں ہمت ہے ورنہ ہر کوئی
جوان بیٹے کی میت کو سہہ نہیں سکتا

غزل ہو نظم ہو میری تحر قلم میرا
بغیر فکرِ حسینی کے رہ نہیں سکتا



دیکھئے تو خاک پر سجدہ کناں شیر ہے
سوچئے تو رفعتوں کا آساں شیر ہے

جس کا اک اک باب ہے رنگین اپنے خون ہے
عظمت و ایثار کی وہ داستاں شیر ہے

جس کی خوشبو ہے بہارس جاودانی کا سبب
باغِ حق میں وہ ہوائے گلشنِ شہزاد ہے

جس کا ہر نقش قدم ہے رہنمائے راہِ حق
حق پرستوں کا وہ میرِ کارواں شہزاد ہے

حشر تک نوعِ بشر کو روشنی دے گا سحر
حریت کا وہ درخندہ نشانِ شہزاد کا



کربلا بعدِ کربلا

کربلا کے بعد بھی اک کربلا ہے

شامِ غربت سے دیا رِ شام تک

کچھ جلے خیمے، اندھیرا اور کھلے سر پہیاں

اکبر و عباس و قاسم ہیں ستاروں کی طرح
صبر و استقلال کی اک کہکشاں شہزاد ہے

درِ حقیقت ہے کتابِ آسمانی خونچکاں
دیکھنے میں تو سرِ نوکِ سناں شہزاد ہے

جس کی آنکھوں پر عیاں ہیں پردہ ہائے معرفت
مرضی مولا کا ایسا رازداں شہزاد ہے

ظلمتِ باطل ہوئی کافور اس کے خون سے
حق تو یہ ہے دینِ حق کا ترجمانِ شہزاد ہے

وقت کے بت خانہ وہم و گماں کے واسطے
کوئجی ایمانِ محکم کی اذانِ شہزاد ہے

دہر میں آئے گئے کتنے ہی اہلِ تحت و تاج
آج بھی لیکن دلوں پر حکمراں شہزاد ہے

نیکسی سی نیکسی

بھوک کی شدت سے غش کھائے ہوئے بچے
کٹے لاشے، سکوت مرگ، بے آواز نوے
سسکیاں لیتی ہوائیں خاک اڑاتی ہیں
یہ مقتل کی زمین خونچکاں پر بے کفن، پامال لاشے
بے زبانی کی زباں سے کہہ رہے ہیں
ظلم کی اک داستان

قیدیوں میں سر برہنہ بیبیاں ہیں اور کچھ بچے بھی ہیں
سب رسیوں میں ہیں بندھے
ان قیدیوں کا قافلہ سالار زنجیروں میں ہے جکڑا ہوا
طوق ہے گردن میں اور پاؤں ہیں بیڑی سے فگار
بے کجاوہ اونٹ ہیں ان قیدیوں کے واسطے
راستے میں پتھروں کی بارشیں

قافلے کے آگے نیزوں پر شہیدوں کے ہیں سر
ایک سران میں تلاوت کر رہا ہے آیتیں
شام تک یہ پابرہنہ قافلہ چلتا رہا..... چلتا رہا

شام کے دربار میں

ایوان شاہی کے درود یوار میں

آواز اک اٹھی ہے برق بے اماں بن کر

گرمی ہے کچکلا ہی پر

ہے لرزہ تخت شاہی پر

یہ وہ آواز ہے

جو کربلا کے قافلہ سالار کی آواز کا پرتو ہے

یہ آواز حق ہے

اور حق کا سیل باطل کے خس و خاشاک سے یوں رک نہیں سکتا

ہمیشہ اہل ایماں سرخرو ہیں

ان کا سرتغ ستم سے کٹ تو سکتا ہے

مگر یہ جھک نہیں سکتا